Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 4, Issue 1
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

ڈاکٹر طاہر نواز

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، گلگت بلتستان

ڈاکٹر غلام فریدہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

اردو سفر نامہ سیر ملک اودھ کا نو آبادیاتی مطالعہ

Dr.Tahir Nawaz
Assistant Professor, Karakoram International University, Gilgit, Baltistan
Dr.Ghulam Farida
Assistant Professor, International Islamic University, Islamabad

A Colonial Study Of Urdu Safar Nama Sair E Mulk E Oudh

Yousuf Khan Kambal Posh is a prominent name in Urdu Travelogues. He has been familiarized due to his first travelogue namely *Aajaibat e Farang*. While his second travelogue is *Sair e Mulk e Oudh*. This travelogue was discovered and edited a few years ago and it was published in a book form in 2017. The study of this travelogue shows that the writer is very much influenced by the culture and thoughts of the colonizers. He finds his Eastern civilization and all its laws weak and irrational. In this travelogue the role of the writer comes as a facilitator who is trying to impress the local people with the moral values and habits of the colonizers. This research article will analyze the colonial context of *Sair e mulk e Oudh.*

Keywords: Colonial, Aajaibat e Farang, Sair e Mulk e Oudh, travelogue, eastern civilization

کلیدی الفاظ: نو آبادیات، عجائبات فرنگ، سیر ملک اودھ، سفر نامہ، مقامی معاونین، ثقافتی ترجیحات

طاقت کا تصور تمام قدیم اور جدید معاشروں میں ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ انسانی تاریخ کا کوئی بھی عہد غلبہ پسندی، جبری تسلط اور چھینا چھپٹی سے خالی نہیں رہا۔ ملکوں اور قوموں کے مابین نسلی و قومی فسادات، جغرافیائی حدود پر غاصبانہ قبضے اور لوٹ کھسوٹ کے واقعات ہر دور کی تاریخ کا حصہ رہے ہیں۔ چنانچہ طاقت ہی وہ مرکزی تصور نہیں ہے جس سے نو آبادیات کو بیان کیا جاسکے بلکہ اس سے زیادہ اہم بات طاقت کی ان صورتوں کو سمجھنا ہے جو ہمیشہ سے نو آبادیاتی عہد میں صورت پذیر رہی ہیں۔ یہ صورتیں نہ تو اتنی سادہ اور عام فہم ہوتی ہیں کہ ان کو ایک عام ذہن آسانی سے سمجھ سکے اور نہ ان کا اظہار اتنا جلدی اور براہِ راست ہوتا ہے کہ فی الفور نتائج سامنے آسکیں۔ نو آبادیاتی اذہان نے طاقت کو سماجیانے کا عمل ہمیشہ نئے اور انوکھے انداز میں کیا ہے۔ اس مقصد کے لیے مقامی باشندوں کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے ان کے مزاج کے مطابق طاقت کی نت نئی شکلوں کو دریافت کیا گیا اور پھر ان سے اپنے مقاصد کو من پسند طریقے سے حاصل کیا گیا ہے۔ یوں نو آبادیاتی ثقافت کا تصور عمومی اور آفاقی ہونے کی بجائے خصوصی اور اختراعی نوعیت کا حامل ٹھہرتا ہے۔ تاریخی تناظر سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نو آباکاروں نے ایشیا اور افریقہ پر اپنی اجارداری قائم کرنے کے لیے ہر دو اقوام کے مزاج کے مطابق حکمت عملی اختیار کی۔ افریقہ میں انسانی تاریخ کا بھیانک اور اندھا دھند تشدد کیا گیا جبکہ ایشیا میں طاقت کو سماجیانے کا عمل اس کے عدم ارتکاز کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یعنی طاقت کو سماج کے مختلف شعبوں میں پھیلا دیا گیا۔ یوں طاقت عام نظروں سے تو اوجھل ہوگئی لیکن مانوس سماجی صورتوں میں اپنا کام کرتی رہی۔

ہندوستان میں نو آبادیاتی عہد میں طاقت کو سماجیانے کے عمل کی ایک واضح صورت مقامی معاونین کی جماعت تھی جسے بڑی حکمت عملی کے ساتھ تخلیق کیا گیا۔ نو

 Corresponding Author’s Email: ghulam.farida@iiu.edu.pk

آبادیاتی ذہنیت نے دو طرح کے مقامی معاونین تخلیق کیے۔ایک جاگیر دار طبقہ جو ناخواندہ تھا،اس طبقے کو انھوں نے جاگیروں کی عطااور ریاستوں کی عملداری میں شریک کر کے اپنا ہمنوا بنالیا۔جبکہ دوسری طرف پڑھے لکھے مقامی معاونین تھے جنھیں انگریزوں نے اپنی زبان اور علوم کی مرعوبیت سے گرویدہ بنالیا۔نو آبادکاروں کے ان مقاصد کی وضاحت لارڈ میکالے کی اس رپورٹ سے ہوتی ہے جس میں اس نے اس بات کا اظہار برملا کیا ہے کہ اس طبقے کی تخلیق ان کے مقاصد کی تکمیل کا ایک اہم قدم ہے۔

فی الوقت ہماری بہترین کوششیں ایک ایسا طبقہ معرض وجود میں لانے کے لیے وقف ہونی چاہئیں جو ہم میں اور ان کروڑوں انسانوں کے مابین جن پر ہم حکومت کر رہے ہیں، ترجمانی کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔یہ طبقہ ایسے افراد پر مشتمل ہو جو رنگ و نسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو لیکن ذوق، ذہن، اخلاق اور فہم و فراست کے اعتبار سے انگریز۔1

نو آبادیاتی دور میں ان مقامی معاونین کی یہ بنیادی ذمہ داری رہی ہے کہ وہ مقامی باشندوں کو اس نظام کے مثبت اور تعمیری مقاصد سے آگاہ کریں۔ تاہم نو آبادکاروں کے سامنے ان معاونین کی حیثیت ایک ایلچی اور پیغام رساں سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔وہ اپنی طاقت کا جزوی حصہ تو ان معاونین کو منتقل کر دیتے تھے لیکن انھیں اپنی مرضی سے اس طاقت کا استعمال کرنے کی اجازت کہیں پر بھی نہیں تھی۔اس کے علاوہ مقامی معاونین کا ایک اہم فریضہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ مقامی باشندوں کے ذہن سے حاکم اقوام کے ڈر ،خوف اور شک کو ممکنہ حد تک کم کر سکیں۔

مقامی معاونین ایسے مثالیے ثابت ہو سکتے تھے (اور بعد ازاں ثابت ہوئے) جو خوف و اجنبیت سے آزاد اور محکوم آبادی کے کثیر حصے کے لیے قابل تقلید تھے۔چناں چہ ان کولونائزڈ مثالیوں کے ذریعے نو آبادکار اپنی طاقت کا شاندار اظہار اور مؤثر استعمال کر سکتا تھا۔2

برصغیر میں نو آبادیاتی عہد کی تاریخ میں بھی مقامی معاونین کے ایسے باقاعدہ کردار سامنے آتے ہیں جنھوں نے ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے انگریز سرکار کی اطاعت کو اپنا شعار بنایا۔نو آبادکاروں کے مادی مفادات کے حصول سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ان معاونین نے حکمران طبقے کی ثقافت اور بود و باش کو اپنانے اور عوام میں اس کی قبولیت پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ یوسف خاں کمبل پوش کا شمار بھی ایسے ہی خواندہ معاونین میں ہوتا ہے،جنھوں نے نو آبادکاروں کی تہذیب و تعلیم سے متاثر ہو کر نہ صرف باقاعدہ انگریزی زبان سیکھی ،بلکہ ان کی تہذیب کو اپنانے میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ان کے انگریز دوستوں کا بھی اچھا خاصا حلقہ تھا،جن سے متاثر ہو کر انھوں نے سفرِ انگلستان اختیار کیا۔اس سفر کی روداد انھوں نے اپنے سفر نامہ "عجائبات فرنگ" میں بیان کی ہے۔یہ سفر نامہ پہلے فارسی زبان میں تحریر ہوا،بعد ازاں اسے اردو کے قالب میں ڈھالا گیا۔اسے اردو کا اولین سفر نامہ بھی کہا جاتا ہے،سفر نامے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دورانِ سیاحت یوسف خاں کمبل پوش انگریزی تہذیب سے مرعوبیت کی حد تک متاثر نظر آتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ وہ ہندوستانی نظامِ حکومت کی ناگفتہ بہ حالت، یہاں کے تعلیمی نظام کی خامیوں اور پسماندہ روایات پر بھی اظہارِ افسوس کرتے نظر آتے ہیں۔"داستان تاریخ ادب اردو" میں مولانا حامد حسن قادری اس سفر نامے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

یوسف خاں کمبل پوش حیدر آباد وطن اصلی، وہ سیر و سیاحت کے لیے گھر سے نکلے تمام ہندوستان کی سیر کر کے انگلستان کا سفر کیا جو یورپ کے دوسرے مقامات اور مصر وغیرہ کی بھی سیر کا احوال معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی سیاحوں میں سب سے قدیم تھے۔۔۔حالات سفر لکھتے گئے جن کو اٹھارہ سو سینتالیس میں دہلی میں چھپایا پھر دوبارہ اٹھارہ سو تہتر میں مطبع نول کشور میں چھپا۔یہ اردو میں سب سے پہلا سفر نامہ ہے اور بڑی خوبی یہ ہے کہ محض ایک سیاح کا سفر نامہ ہے جس کی کوئی قومی و ملکی یا تعلیمی غرض نہ تھی۔3

"سیر ملک اودھ" یوسف خاں کمبل پوش کا دوسرا سفر نامہ ہے۔اس سفر نامے کی دریافت اور تدوین کا سہرا ڈاکٹر نجیبہ عارف کے سر جاتا ہے۔ بعد ازاں 2017ء میں یہ باقاعدہ کتابی صورت میں شائع ہوا۔ڈاکٹر نجیبہ عارف کے بقول "اس سفر نامے کا قلمی نسخہ جو دستیاب معلومات کے مطابق وحید نسخہ کہا جا سکتا ہے، بودلیئن لائبریری میں انڈین انسٹی ٹیوٹ ،اوکسفرڈ کے ذخیرے میں موجود ہے۔انڈین انسٹی ٹیوٹ کو یہ مخطوطہ رابرٹ کیتھ پرنگل (1797ء-1802ء) نے 7 فروری 1879ء کو پیش کیا تھا"4۔اگرچہ یہ سفر نامہ یوسف خاں کمبل پوش کے قیام اودھ کے ذاتی تاثرات کا بیانیہ ہے تاہم اس کو پڑھتے ہوئے ہمیں اس بات کا احساس شدت سے ہوتا ہے کہ سفر نامہ نگار کا ذہن یورپی تہذیب کے عجائبات کے سحر سے آزاد نہیں ہو پایا۔

عاقلان لوگ خود اپنی خرد اور دانائی سے سمجھیں کہ عاصی جا بجا ،ملک انگریزوں کا یعنی کلکتہ اور ولایت ،لندن اور مچھلی بندر ، گورکپور،نیپال،اکبر آباد ،جہان آباد،ڈھاکہ ،مندراج،بنارس،شاہ جہان آباد،اور ملک پرتگیزان اور ملک ابلان اور ملک فرانسیس اور ملک اسپانیز] سپین [اور ملک عربوں کا۔۔۔شہر بشہر پھرتا رہا کہ سیاہی (سیاحی) عالم جہاں تک ممکن تھی،بخوبی سیر و تماشا دیکھتا اور سیر کرتا ہوا ملک لکھنؤ میں داخل ہوا۔5

سفر نامے میں یوسف خان کمبل پوش کا کردار ایک ایسے معاون کے طور پر سامنے آتا ہے جس کی زندگی کی تمام تر ترجیحات انگریزی حکومت کے تشکیل کردہ نظامِ معاشرت کے تحت ترتیب پاتی ہیں۔اسے اپنی مشرقی تہذیب اوراس کے تمام قوانین کمزور اور غیر منطقی معلوم ہوتے ہیں۔یہ دراصل نوآبادکاروں کا پیدا کردہ احساسِ برتری ہے جس کی وجہ سے اس کا اپنے ملک کے لوگوں اور اداروں سے اعتماد اُٹھ چکا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ اودھ شہر میں ہونے والی لوٹ مار، لڑائی جھگڑے اور دیگر بدعنوانیوں کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔

سو حال اس کا یہ ہے کہ ایک روز، وقت شب کے، چند کسان میرے مکان میں وارد ہوئے اور چھاتی پر چڑھ کر گلا دبایا اور کہا سب مال واسباب جہاں ہو جلد بتلا دے! نہیں تو مار ڈالیں گے۔آخرش جب دیکھا میں نے کہ انھوں نے مارا مجھ کو، اور کسی طرح سے جیتا نہ چھوڑیں گے، سب اسباب و بقدر برتن ڈھونڈ کر باندھا اور وہ سو روپے بھی لیے۔۔۔سرکار اودھ میں اس طرح کا اندھیر وغضب ہوتا ہے کہ دنیا میں نہ ہوگا اور کوئی پرسان حال کسی کا نہیں کہ رعایا بادشاہ کی ہے یا رعایا ڈاکوؤں کی اور ٹھگوں کی ہے۔6

سامراجی قوتوں کا سب سے کارگر حربہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مقامی باشندوں کے سامنے اپنی تہذیب کو برتر صورت میں پیش کرتے ہیں۔اپنے ملک کے قانون، اخلاقی و تہذیبی اقدار اور رسم ورواج کو انتہائی شائستہ انداز میں پیش کرتے ہیں جبکہ مقامی باشندوں کو کمتر، غیر مہذب اور غیر شائستہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔مقامی آبادی کے سامنے یہ ڈسکورس رکھا جاتا ہے کہ وہ ذہنی و فکری ارتقا میں دنیا سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں اس لیے انھیں نوآبادکاروں کے بتائے گئے راستے پر چل کر ہی ترقی کی حقیقی معراج حاصل ہو سکتی ہے۔"سیر ملک اودھ" میں سفر نامہ نگار کا کردار برطانوی سامراج کے ایک ایسے آلہ کار کے طور پر سامنے آتا ہے جو اپنی تہذیبی اقدار کی فرسودگی پر شرمندہ ہونے کے ساتھ ساتھ دل گرفتہ بھی نظر آتا ہے۔

جس وقت بادشاہ سلامت کانپور میں روپے پھینکتے تھے اُس وقت شہدے لوگ لکھنؤ کے بھی کام رکھتے ہیں ۔۔۔یہ کار شرمندگی تھا۔7

اس نوعیت کی خفت اور شرمندگی کا احساس یوسف خاں کمبل پوش کے اولین سفر نامے عجائباتِ فرنگ میں بھی نظر آتا ہے۔"عجائباتِ فرنگ" میں وہ جابجا بدیسی قوم کے عادات و اطوار کا تقابل ہندوستانی معاشرت کرتے ہیں اور پھر بحیثیت قوم اپنی کمزوریوں پر افسردگی کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

اسے "پسماندہ" ہندوستان اور شاہِ اودھ کی "فوج گلی" ضرور یاد آئی ہے۔بلکہ وہ غلام آثار ہندوستان کی غلامی کے اسباب پر بھی غور کرتا ہے۔اور انگریز کے متحرک تمدن اور تہذیب کا معترف اور ہندوستان کے لوگوں کی تعیش پسندی، علم دشمنی اور قتل او قاتِ عزیز پر متاسف نظر آتا ہے۔8

کسی بھی سفر نامے میں سفر نامہ نگار دو ملکوں کی تہذیب و ثقافت، زبان اور اخلاق وعادات کا تقابل لامحالہ کرتا ہے لیکن اپنی تہذیبی اقدار پر احساس کمتری کا شکار ہو کر مقابل تہذیب کی پرستش کرنا ایک منفی رویہ ہے۔صورت واقعہ کو منطقی انداز سے دیکھا جائے تو ایک دیسی سیاح کو یورپ کی ایجادات اور ان کی ترقی سے متاثر ہو کر وسعت نظری کا ثبوت دینا چاہیے تھا۔لیکن کمبل پوش سیاحت یورپ کے بعد اس سفر نامے میں ایک ایسے متعصب کردار کے طور پر سامنے آتے ہیں جنھیں اپنی تہذیب اور اپنے لوگوں سے کوئی امید وابستہ نظر نہیں آتی۔وہ مقامی لوگوں کو گمراہ اور عقل سے پیدل تصور کرتے ہیں، یہاں کے رسم ورواج اور اقدار انھیں فرسودہ اور بے معنی لگتی ہیں۔اس سب کے پس پردہ ایک ہی مقصد تھا کہ انگریز حاکم انھیں ترقی پسند اور جدت پسند جانیں۔

انگریزنی میم لوگ حسن وجمال، صورت وسیرت میں یکتائے زمانہ، کہ پرستان شرماتا تھا؛ چو طرفہ صحن اور چمن، روش ہائے باغ میں ایک کا ہاتھ ایک پکڑے ہوئے سیر کرتی پھرتی تھیں کہ تمام مردم فوج اردلی شاہی بشکل تصویر ٹنگے تھے اور مصاحبان سب برابر کرسیوں پر ایستاد اور دونوں شاہان میں گفتگو شاہانہ محبانہ عرصہ تک رہی۔9

مقامی باشندوں میں نوآبادکاروں کے حوالے سے احساس کمتری صرف اُن کی قابلیت یا ذہانت کے حوالوں تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ ظاہری خدوخال اور حسن کے معیارات بھی بدیسی قوم کے حوالے سے طے پاتے ہیں۔یوسف خاں کمبل پوش کا پہلا سفر نامہ "عجائباتِ فرنگ" چونکہ رپورتاژ کی تکنیک میں لکھا گیا ہے اس لیے اس میں مصنف کے ذاتی تاثرات اور قلبی کیفیات کا اظہار برملا ہوا ہے۔ان تاثرات کو پڑھتے ہوئے مصنف کا بدیسی قوم کے طبعی حسن سے مرعوب ہونا غیر فطری معلوم نہیں ہوتا۔جبکہ متذکرہ سفر نامہ "سیر ملک اودھ" ہندوستان کی ریاست ادوھ کی سرزمین کا احوال سفر ہے لیکن اس پورے سفر نامے میں بھی مصنف کا انگریز پرستی کا رویہ غالب نظر آتا ہے۔

کیا باعث کہ جو کچھ طعمہ حسن وجمال چاہیے ان میں سب تھا کہ جمیع شکل اُن کی سیرت اور صورت حسن یوسفی معمور کہ آنکھیں سیاہ اور بال سیاہ اور دانت باریک مسل (مثل) لڑی موتیوں کی اور بھنویں سیاہ، چہرہ شفاف مثل رنگ چینی کے۔میں اُن کو دیکھ کر قدرت خدا کا یاد کر کے سر بہ زانو رہ گیا۔10

سفر نامہ نگار کا ذہن انگریزی تمدن کا اس حد تک گرویدہ ہو چکا ہے کہ وہ ہر وقت انگریزوں کے بنائے ہوئے قوانین اور نظام معاشرت کی تعریف و ستائش میں غلطاں نظر آتا ہے۔ یورپی ممالک کی سیاحت سے واپسی کے بعد اُسے ہندوستانی طرز زندگی میں کوئی دلچسپی نظر نہیں آتی۔ ایک مشرقی تہذیب کے پروردہ شخص کا یہ رویہ بذات خود منفی سوچ کا عکاس ہے۔ قوموں کی ترقی میں یہ نکتہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے کہ وہ دوسری اقوام کے تعمیری پہلوؤں سے نہ صرف متاثر ہوتی ہیں بلکہ انھیں اپنانے کی بھی کوشش کرتی ہیں۔ لیکن نو آبادیاتی فکر کے تحت تیار کیے گئے مقامی معاونین چونکہ اپنی آزادانہ سوچ سے محروم ہو جاتے ہیں اس لیے ان کا تاثر تعمیری سے زیادہ شکایتی پہلو لیے ہوتا ہے۔ "سیر ملک اودھ" میں بھی یوسف خاں کمبل پوش یورپی نظام زندگی کے ہر قانون کی مداح سرائی کرتے ہوئے دیسی نظامِ حکومت سے شکوہ کناں نظر آتے ہیں۔

آفرین ہزار آفرین سب انگریز لوگوں پر کہ جس کو نوکر رکھتے ہیں، تمام زیست اس کے حال پر غریب پروری اور رعایا پروری کر کے نان و پارچہ کے خبر گیران رہتے ہیں۔۔۔ چنانچہ بایں حال لکھ ہا ضعیف، لکھ ہار انڈ، گھر بیٹھی تنخواہ لیتی ہیں اور کسی طرح سپاہ کے تکلیف دہندہ اور رعایا کے غارت کنندہ نہیں ہوتے ہیں۔ 11

نو آبادیاتی ثقافت کا غلبہ اس حد تک ناگزیر امر ہے کہ کسی بھی صورت میں اس سے پیچھا چھڑانا ناممکن ہے۔ سفر نامے میں بھی کئی مقامات پر اودھ کے انگریزی حاکمین اور ان کے ملازمین کی خاطر تواضع کے لیے نگریزی طرز کی میز کرسیوں، چھری کانٹے اور دیگر لوازمات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ برتن انہی کے رواج کے مطابق استعمال ہوتے ہیں، کھانے بھی ان کی خواہش اور ذوق کے مطابق پکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب ثقافتی اقدار جو حاکم قوم کی تہذیب کا حصہ تھیں وہ غیر محسوس طور پر عوامی مذاق کا حصہ بنتی نظر آتی ہیں۔

سب میزوں پر برابر دور نگ ظروف چاندی اور سونے کے اور کانٹیں (کانٹے) چھوریاں (چھریاں) ہزار ہا حصہ حصہ فی میز، بے شمار عدد، وہ بھی چاندی اور سونے کے۔ اور شیشیاں خرد و کلاں۔ بے شمار عطریات وغیرہ۔ 12

یہ ذہنی مغلوبیت ہندوستانی قوم کی سوچ اور فکر میں اس حد تک سرایت کر چکی تھی کہ انھیں انگریز قوم کی ذہانت اور ان کی قابلیت سے متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے جانوروں سے بھی مرعوبیت کی حد تک اپنائیت کا اظہار کرتے ہیں۔ مصنف کو اپنا ولایتی کتا بھی قدر و قیمت میں باقی جانوروں سے زیادہ قیمتی اور اہم لگتا ہے۔ سفر نامے میں ایک جگہ مصنف اپنے پالتو کتے کی موت پر ان الفاظ میں اظہارِ افسوس کرتا ہے۔ "اور آج کے روز کتا مرا میرا؛ نہایت پیارا، قوم ولایتی، کہ ہزار روپے اگر کوئی دیتا تو ہر گز جدا نہ کرتا"۔ 13

بحثیت مجموعی سفر نامے میں ثقافتی ترجیحات کی درجہ بندی پر غور کیا جائے تو ان میں ہر سطح پر نو آبادیاتی عنصر غالب نظر آتا ہے۔ سفر نامے میں جابجا انگریزی عملداری کا ذکر ہونا، انگریزوں کی مثبت اور تعمیری اقدار کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا اور اپنی قوم کی اخلاقی و تہذیبی پسماندگی پر شکایت کناں نظر آنا، ان سب رویوں سے مصنف کی نو آبادیاتی نظام سے شدید جذباتی وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ یوسف خاں کمبل پوش کا کردار واضح طور پر نو آبادیاتی نظام کے ایک ایسے سہولت کار کے طور پر سامنے آتا ہے جو مقامی آبادی کو انگریزی قوانین اور قاعدے سکھانے پر مصر ہے، اور انھیں اس بات کا احساس دلانا چاہتا ہے کہ ہم صدیوں سے جس تہذیب کی آبیاری کر رہے ہیں وہ فرسودہ اور لایعنی روایات پر کاربند ہے۔ مصنف کا انگریزی حلقے میں خود کو متعارف کرانا، ان کی زبان اور معاشرت کے مطابق خود کو ڈھالنا در اصل مغربی تہذیب کا حصہ بننے کے حوالے سے عملی قدامات ہیں۔

سفر نامے میں نو آباد کاروں کا پیدا شدہ احساسِ برتری زندگی کے کسی ایک شعبے تک محدود نظر نہیں آتا بلکہ تعلیم، زبان، لباس، قوانین، اخلاقی اقدار غرضیکہ نظامِ زندگی کے ہر پہلو پر حاوی نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف لاشعوری طور پر انگریز سرکار کا مداح ہے، اس بات کا اظہار وہ جابجا حکومتِ برطانیہ کے قوانین اور حکمت عملیوں کی تعریف و ستائش کی صورت میں کرتا ہے۔ ان تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات بعید از قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ نو آبادیاتی نظام نے جس سوچ اور حکمت عملی کے تحت مقامی معاونین کو تخلیق تھا یوسف خاں کمبل پوش کا کردار ان ترجیحات پر پورا اترتا نظر آتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ٹی بی میکالے ,Macaulay's Minutes، مشمولہ، میکالے اور برصغیر کا نظام تعلیم، سید شبیر بخاری (مترجم)(لاہور: آئینہ ادب،1986ء)، ص74

2۔ناصر عباس نیئر، مابعد نوآبادیات اردو کے تناظر میں (کراچی: اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2013ء)، ص12

3۔ حامد حسن قادری، داستان تاریخ ادب اردو، (نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2007ء)، ص372

4۔ڈاکٹر نجیبہ عارف، "سیر ملک اودھ "از یوسف خاں کمبل پوش" مشمولہ، بنیاد جلد6، شمارہ1 (لاہور: یونی ورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز، 2015ء)، ص127س

5۔ایضاً، ص132

6۔نجیبہ عارف (مرتب)، سیر ملک اودھ از یوسف خان کمبل پوش (لاہور: مکتبہ جدید پریس، 2017ء)، ص130

7۔ایضاً، ص154

8۔ تحسین فراقی (مقدمہ)، عجائبات فرنگ (لاہور: مکہ بکس، 1983ء)، ص48-49

9۔ایضاً، ص179

10۔ایضاً، ص146

11۔ایضاً، ص159

12۔ایضاً، ص170

13۔ایضاً، ص133